

وقت کی اہمیت

تسیم مسرزا

دنیا کی سب سے قیمتی متاع وقت ہے جو ایک بار چلا جائے تو واپس نہیں آتا، وقت ہمارا سب سے بڑا استاد ہے جو وہ کچھ سکھاتا ہے جو شاید ماں باپ، استاد، عالم کوئی بھی نہیں سکھا سکتا۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ وقت ہمارے لیے ایسے جیسا کہ ہوتا ہوا سمندر، دریا اور آبشار، جو ایک بار بہ کر واپس نہیں آتے، اسی طرح گزرنے والے وقت کی مثال ہے کہ گزرنے کے بعد بھی واپس نہیں آتا۔ سب سے اہم یہ ہے کہ اس کو گزارنا کیسے ہے؟ اس کو اس کو ایسے کہیں کہ وقت ہم کو گزارتا ہے۔ تجربوں سے، لوگوں کو ہماری زندگی کا حصہ بنا کر وقت اس کا تعین کر رہا ہوتا ہے۔ وقت یہ طے کرتا ہے کہ ہماری تعلیم اور تربیت کے بارے میں کون سے دار و گاہگ ہمارے کن لوگوں سے ملاقات ہوگی، ہم کن کن کے درمیان پروان چڑھیں گے اور کن لوگوں کے ساتھ ہمارا واسطہ پڑے گا، یہ وہ دور ہوتا ہے ہماری زندگی کا جس میں ہماری ایسی کوئی سوچ نہیں ہوتی، وقت فیصلہ نہیں ہوتی یہ سب ہمارے والدین سے طے کرتے ہیں کہ تعلیم کیسے ہوگی اور تربیت کس طرح ہوگی کیوں کہ تعلیم سے زیادہ اہم تربیت، اگر یہ سچ اور وقت پر نہ ہوتی تو تمام عمر کی آزمائش، اس جگہ بھی وقت کی اہمیت لازم، اگر وہ یہ کر دیتی اور وقت نکل گیا تو تمام عمر کا بچپن ہی رہتا۔ اس لیے یہ جاننا بہت ضروری کہ ہم کس کے زیر سایہ تربیت پائیں گے اور کس رشتہ پر چلیں گے؟ یہ سب وقت پر ہونا ضروری ہے سب وقت طے کرتا ہے جو ہمیں گزارتا ہے، مختلف مرحلوں سے تجربوں سے، اس وقت کے بارے میں غور مند ہونا ضروری ہے۔ زندگی کے تجربوں سے گزارنا ایسا ہی ہے جیسے ہیرے کو تراش کر قیمتی خوب صورتی سے تراشیں گے تاکہ خوب صورت ہوگا۔ پھر اس کے بعد مر جاتا ہے ہمارے زندگی کے اس وقت کا جب ہم فیصلہ کرنے میں خود مختار ہوتے ہیں اور یہ ہماری اپنی ذات کے فیصلے پر منحصر ہوتا ہے کہ ہم کن لوگوں کو چاہتے ہیں اپنے ساتھ کے لیے، چاہے ہمارے دوست ہوں، کاروبار کے ساتھی یا ہمارے ساتھ زندگی گزارنے والے لوگ، یہ سب فیصلے وقت کے ساتھ ہوتے ہیں۔ بعض اوقات تعلیم سے لوگوں سے اپنا تعلق طے نہیں ہوتا تو طرز پر لیکن وقت ان کا مقرر کر دیتا ہے پھر یہ مرحلہ بھی شروع ہوتا کہ اس کا تعین کریں کہ کس کے ساتھ ہمیشہ کے لیے رہنا ہے؟ زندگی کیسے گزارنی ہے اور بچوں کو وقت کس کو دینا ہے، تعلیم کسے کرنا ہے وقت کو؟ اور کون وقت کو ہمارے ساتھ گزارنا چاہتا ہے اور یہ بات اس پر منحصر کہ ہم کس طرح کے رویے اختیار کرتے ہیں اور وقت کی قدر کر کے ہم خود کو کیسے لوگوں کے لیے آسانی مہیا کرنے والا بننے ہیں؟ وقت کی ایک اہم ترین مثال دن اور رات ہے، اللہ تعالیٰ نے وقت کو تقسیم کیا ہے دن اور رات میں، 12 گھنٹے کا دن اور 12 گھنٹے کی رات، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وقت کی کیا اہمیت ہے۔ نمازوں کا وقت مقرر ہے، اگر بوقت نہ پڑیں تو نقصان۔ صبح کے وقت میں برکت رکھی گئی کہ یہ رزق کی تقسیم کا وقت ہے۔ صبح کے مغرب کے اندر سے بعد دروازے بند کرو اور بڑھو تو ڈھانچ دیں، یعنی اس میں بھی وقت کا تعین ہے۔ دن میں ایسا کوئی کام نہیں ہے۔ رزق کی تلاش کے لیے اللہ نے صبح کے وقت کو بہترین کہا ہے کہ سورج کے ساتھ ہی رزق کی تلاش میں نکلو اور اس کا فضل تلاش کرو، پھر وہ بھی جو کچھ نہیں چھوڑنا کیوں کہ وہ صبح کے وقت رزق کی تلاش میں نکلے ہیں۔ طے یہ ہوا کہ سب سے اہم ہے وقت کہ ہم اس کو کیسے صرف کرتے ہیں اور کیا حاصل کرتے ہیں۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ ہر چیز اور وقت پر کرنی چاہئے تو ہم اپنے یعنی رزق طالع کا تعین، لوگوں کی قدر، نقصان سے بچنا، یہ سب وہ باتیں ہیں جو وقت کے بعد سے کاربہا ہیں اور خسارے کا سودا ہیں۔ سب سے اہم یہ بات کہ وقت کی قدر کیجیں اور یہ سب کچھ کھانے کے لیے ہر چیز کا وقت طے کر دیا ہے تو کیا اہمیت ہے اس کی؟ سورج اپنے وقت پر طلوع اور غروب ہوتا ہے، موسم اپنے وقت پر آتا ہے اور جانتے ہیں۔

درِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو۔۔!



درِ دل

سورج فلیمس

شیطان اللہ کا ناکارہ ہے لہذا انسان کے لیے لازم ہے کہ فضل خیر سے بچے۔ مزید اس آیت میں اللہ رب العزت مالی استطاعت کے فقدان کی صورت میں انکار کرنے کا ادب سکھا رہا ہے کہ اگر اظہارِ معذرت کرنا پڑے تو نرمی اور مہم کی کے ساتھ معذرت کرو، لہجے میں تشریح اور توجی نہ ہو، جیسا کہ لوگ عام طور پر ضرورت مندوں اور غریبوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فریخ کرنے کے اہدائیں مکمل راہ نمائی فرمائی ہے اگر اللہ تعالیٰ نے مالی وسعت فراوانی دی ہے اور ضرورت مندوں پر فریخ کرنے کا جذبہ بھی ہو تو اپنا ہاتھ نہ اتارنا چاہئے کہ سب کچھ لانا اور پھر بھگتی دتی گا کھوکھو کر اور نہ اپنا ہاتھ اتارنا کہ لوگ نکلے سے انکا وہل کر دے مہمانی روش یعنی اعتدال کا راستہ اپنانا۔ اسی طرح کے احکامات کی سورۃ البقرہ میں تاکید فرمائی ہے، مہموم: ”اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور قربت داروں، یتیموں، غریبوں، محتاجوں اور عام لوگوں کے ساتھ بات اچھی طرح خوش خلقی سے کرنا۔“ مذکورہ آیت مبارکہ میں اللہ کی عبادت کے فوراً بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے۔ اس کو تباہی کی کوئی گنجائش نہیں اس کے بعد رشتہ داروں، یتیموں اور مساکین کے ساتھ حسن سلوک اور حسن گفتار کے ساتھ مدد کرنے کی تلقین ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا: ”تمام مخلوق اللہ کا کتبہ ہے۔ سو ان میں سے اللہ تعالیٰ کو پیارا اور شخص ہے جو اس کے اعمال کو زیادہ سے زیادہ نیک بنائے والا ہو۔“ سورہ بقرہ، مہموم: ”حقیقی نیک ہے کہ مال کی حثیت کے باوجود اقربا، ہمدرد، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور

ماطلات شمار اسلام سے پہلے جتنے بھی الہامی مذاہب آئے ان میں سے کسی کے لیے بھی مکمل دین ہونے کی شہادت خداوندی نہیں ملتی۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات پیش کرتا اور جامع اور مکمل دین ہونے کے ناطے انسانی زندگی کے ہر شعبے میں راہ نمائی اور اصلاح دیا تاہم فراموش کرنا ہے، خانق کائنات اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے، اس نے ہمیں ان گنت نعمتوں سے نوازا ہے پھر راہ نمائی بھی فرمادی ہے کہ نعمتوں کو کس طرح استعمال کرنا ہے۔ مال و دولت بھی اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں سے ایک اہم نعمت اور امانت ہے۔ معاشی معاملات بھی دین کا اہم حصہ ہیں اور دین میں اس میں بھی ہماری راہ نمائی فرماتا ہے۔ سورۃ بقرہ کی ابتدا ہی میں مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے ایک صفت یہ بتائی گئی کہ مومن اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں اللہ رب العزت نے بڑی تفصیل کے ساتھ مال داروں کو فرمایا کہ حقوق کی ادائیگی کی تاکیدی ہے۔ اور قربت داروں کو ان کا حق ادا کرو اور محتاجوں اور مسافروں کو بھی دو، اور اپنا مال فصول خیر سے مت استعمال کرو، بے شک اللہ فضل خیر فرماتا ہے اور شیطان کا بھلائی ہے اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناگھرا ہے، اگر تمہیں گفگ تھی کے باعث ان سے منہ پھیر لینا پڑے، اپنے رب کی اس رحمت کی توجہ میں، جس کی کو امید رکھتا ہے تو بھی تجھے چاہیے کہ عمر کی اور زنی سے انہیں سمجھا دے۔ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ اسے بالکل کھول دو کہ سب کچھ ہی دے اور پھر تمہیں خود ملامت زدہ نہ ہا ہا رہیں کہ بیخشا پڑے۔ بے شک! تمہارا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کاشد فرا دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے نگ کر دیتا ہے۔ بے شک! وہ اپنے بندوں کے اعمال و احوال کی خوب خبر رکھنے والا خوب دیکھنے والا ہے۔“ مندرجہ بالا آیت مبارکہ میں اللہ عزوجل نے قربت داروں، محتاجوں اور مسافروں کے حقوق کی ادائیگی کی تلقین فرمائی ہے اور ان کی امداد کے احسان جتانے کی مخالفت کی ہے۔ دراصل اللہ تبارک و تعالیٰ نے اصحاب مال کے مالوں میں مذکورہ ضرورت مندوں کا حصہ رکھا ہے۔ اگر صاحب مال یہ حق ادا نہیں کرتا تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جرم شمار ہوگا۔ ساتھ ہی یہ بھی تاکید فرمائی کہ اگر اللہ نے تمہیں مال و دولت سے نوازا ہے تو اسے فضل خیر کی کاموں میں ضائع نہ کرو۔ فضل خیر کو شیطان سے ممانعت دینی ہے کیوں کہ فضل خیر اللہ کا ایسا ہی ناگھرا ہے جیسا کہ

دیتا ہے۔ اس میں غریبوں اور ناداروں کا بہت بڑا حصہ ہوتا ہے، سب سے پہلا خاندان کے غریب و نادار رشتے داروں کا ہوتا ہے جن کے حالات سے خاندان کے لوگ بہت اچھی طرح واقف ہوتے ہیں اس کے بعد یتیموں، محتاجوں اور مسافروں کا حق ہے، اللہ نے جو بھی مال دیا ہے اسے تمام حق داروں میں درجہ بدرجہ تقسیم کرنے سے اللہ کی خوش نودی حاصل ہوتی ہے، یہ سچ نہیں ہے کہ اپنی خواہشات کو انسان اتنا بڑھادے کہ ان حق داروں کا حصہ بھی خود بڑپ کر لیا جائے، جو ان کے مال میں سے اللہ نے بہ طور امانت اسے ان لوگوں کو حق دیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مفہوم ہے: ”اور جو لوگ سونا چاندی بیع کر کے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک سزا کی خبر دے دو۔“ ضرورت سے زیادہ سونا، چاندی اور مال و دولت بیع کرنے کی اسلام میں سخت ممانعت ہے، یہ سب اللہ کی راہ میں خرچ ہونا چاہیے، اپنی ضرورت سے زیادہ مال کا بیع کرنا اور اسے غریبوں اور ناداروں میں تقسیم نہ کرنا اپنے آپ کو مشکل اور بلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ ارشاد باری کا مفہوم ہے: ”اور اپنا ہاتھ نہ اتار اپنی گردن سے ہاتھ رکھ کر خرچ نہ کرے اور نہ اسے بالکل ہی کھول دے تاکہ ملامت زدہ اور حسرت زدہ بن کر بیٹھا جائے۔“ اللہ کو ہر کام میں اعتدال پسند ہے، حد سے زیادہ اور حد سے کم دونوں ہی عمل نقصان دہ ہیں، اعتدال پسندی بہترین طریقہ کار ہے اسی لیے مسلمانوں کو اسات و وسطا بتانا چاہیے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ کا مفہوم: ”اور ہم نے تمہیں (ایسی) جماعت بنا دیا ہے جو (ہر پہلو سے) اعتدال پر

دیتا ہے۔“ اللہ کے نزدیک پسندیدہ عمل یہ ہے کہ بندہ نہ تو تنہی کرے اور نہ ضرورت سے زیادہ خرچ کرے بلکہ اپنے بر عمل میں اعتدال کا مظاہرہ کرے۔ تنہی کی بنا پر انسان اللہ کے بہت سے احکامات کی بجا آوری میں ناکام رہتا ہے، انسان کو چاہیے کہ نہ تو وہ تنہی کرے اللہ کی ناراضی مولے اور نہ سب کچھ سے اسے لگا رہی جائے ضرورت و بات کے لیے بھی کچھ نہ کرے، اگر یہ ایسا کرے گا تو حسرت زدہ بن جائے گا، بہتر یہ ہے کہ اعتدال کو اپنانے اسی میں نجات ہے۔ ہر عمل میں اعتدال بندے کو اللہ کی نظر میں سرفراز کرتا ہے۔ ارشاد باری کا مفہوم ہے: ”اور جس نے نیک کیا اور (اپنے اللہ سے) بے نیازی برتی اور بھلائی کو بھلا یا اس کے لیے سخت عذاب ہے اور اس کا مال آخراں کے کس کام آئے گا جب کہ وہ ہلاک ہو جائے گا۔“ جس شخص نے تنہی سے مال و دولت جوڑ جوڑ کر رکھا اور صرف اپنی ذات اپنے نفس و آرام پر تولد کھول کر خرچ کیا مگر نیک اور بھلائی کے کاموں میں نیک دلی کا مظاہرہ کیا وہ بڑے خسارے میں رہے گا، جو مال اس نے جوڑ کر رکھا ہے وہ اللہ ہی کی امانت ہے، اللہ نے وہ مال اسے امانت کے طور پر دیا ہے اگر وہ یہ امانت فریبوں اور ضرورت مندوں کو نہیں دے گا تو خیانت کا مرتکب ہوگا، یہ بیع کیا ہوا مال اس کے مرنے کے بعد کس کام آئے گا۔؟۔۔۔؟ قرآن میں ارشاد کا مفہوم: ”اور جو دلی نیک (یا نیک کے نخل) سے محفوظ رہے، ایسے ہی لوگ صلاح پانے والے ہیں۔“ زیادہ تر لوگ اپنے نفس کے نیک کی بنا پر ضرورت مندوں کی مدد نہیں کرتے اور کس سے غلام بنے رہتے ہیں جو انہیں نیک کی طرف مائل رکھتا ہے اور اپنے علاوہ کسی دوسرے پر خرچ کرنے سے روکتا ہے وہ اپنی خواہشوں کی تکمیل میں اللہ کی

حسرت خدایا کا سہارا بنو

صاحب زادہ ذیشان عظیم مصوی آئے ان سب کا دست و بازو وہ دکھ نہیں اور کشادہ دل اور اعلیٰ ظرفی سے ان کی مدد کریں یہ ہمارا دینی اخلاقی اور انسانی فریضہ ہے، اس موقع پر حکامات کیجیے اور عمل سے اجتناب برتتے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مفہوم ہے: ”اور ایسے لوگ بھی اللہ کو پسند نہیں ہیں جو تنہی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی تنہی کی ہدایت کرتے ہیں اور جو بیکہ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اسے چھینتے ہیں، ایسے لوگ ان نعمت کرنے والوں کے لیے ہم نے رسوا کن عذاب مہیا کر رکھا ہے۔“ (النساء) اس آیت مبارکہ سے ہمیں معلوم ہوا کہ اللہ نے اپنے کرم سے اگر کسی کو نیادی دولت رو پیسا پینا اور شہرت سے نوازا ہے اور وہ شخص اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا اور اس کو چھپا کر رکھتا ہے تو اس کو یہ عمل اللہ کے نزدیک بہت ناپسندیدہ ہے اور اس کے لیے عذاب کا باعث بنے گا، جب کہ اگر اس مال و دولت پر اللہ کی نعمت پر اس کا شکر ادا کیا جائے تو اللہ تعالیٰ خوش ہوگا اور نعمتوں میں اضافہ فرما دے گا۔ ارشاد باری کا مفہوم ہے: ”متم (ان نعمتوں پر) مجھے یاد کرو میں تمہیں (عبادت سے) یاد رکھوں گا اور میری (نعمت کی) شکر گزاری کرو۔“ (البقرہ)

آبی آلودگی کیوں؟ کیسے قابو پایا جائے؟



کیرالہ میں ایک ارب لوگوں کو پانی کی کمی کا مسئلہ درپیش ہے اور 12.7 ارب انسان ایسے ہیں جنہیں سال کے کم از کم ایک مہینے میں پانی کی کمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حال ہی میں دنیا کے پانچ سو بڑے شہروں کا سروے کیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ ہر چار میں سے ایک شہر پانی کے دباؤ سے دوچار ہے۔ اقوام متحدہ کے مطابق یہ وہ صورت حال ہے جب پانی کی سالانہ مقدار 1700 مکعب میٹر (17 لاکھ لیٹر) فی کس سے کم ہو جائے۔ بہت سے لوگوں کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ لندن میں بھی پانی کی فراہمی دباؤ کا شکار ہے۔

عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ وہاں بہت بارش ہوتی ہے، لیکن لندن میں بارش کی مقدار بیس اور نیو یارک کے مقابلے میں کم ہے اور یہاں کا 80 فیصد پانی دریاؤں سے آتا ہے۔ گریٹر لندن اتھارٹی کے مطابق 2025 تک شہر میں پانی کی کمی پڑنا شروع ہو جائے گا اور یہ مسئلہ 2040 تک سنگین شکل اختیار کر لے گا۔ عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) اور اقوام متحدہ کے بچوں سے متعلق ادارے 'یونیسف' کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں صرف 36 فی صد آبادی پینے کا صاف پانی استعمال کر رہی ہے۔

پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن کی گزشتہ سال جاری ہونے والی رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ گندے پانی کا استعمال ملک میں 30 فی صد بیماریوں کا سبب ہے اور 40 فی صد اموات بھی اسی کی وجہ سے ہوتی ہیں۔

تعمیر کے ساتھ ساتھ پانی کے ماحول کے تحفظ میں حصہ لینے کے لیے عملی سرگرمیاں بھی ہونی چاہئیں جیسے جمیل کے اطراف کوڈا کرکٹ اٹھانا، پکرا سنڈر میں نہ چھیننا۔ ان لوگوں کے لیے جو ماحولیات کے شعبے میں کام کرتے ہیں، وسیع اطلاق کے لیے گندے پانی کے علاج کے نئے طریقوں کو تلاش کرنا اور چاہتا ہیہ ضروری ہوتا ہے۔

گھروں میں پانی کی صفائی کا خیال رکھنے کے لیے شعور پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ کوڈا کرکٹ کو وقت پر چھکانے لگائیں۔ اسے تالابوں، چھیلوں یا ندیوں میں نہ چھینیں۔ یونائیٹڈ نیشن انوائرنمنٹ پروگرام (UNEP) اقوام متحدہ کا ایک ادارہ ہے۔

اس کی ایک رپورٹ کے مطابق صنعتیں بہت زیادہ فضلہ پیدا کرتی ہیں اور ویسٹ منیجمنٹ کا مناسب نظام نہ ہونے کے

تیل ہماری صحت پر کیا اثرات مرتب کرتے ہیں؟

عائشہ شفیق
جب سر کے بال چھوٹے ہوتے تھے تو وہی اماں پکڑ کر سر میں تیل کی مالش کرتی تھیں اور پھر سر کو چھپا باندھ دیتی تھیں۔ دو دن چھپا باندھی رہتی، تیس دن چھپا کھلو کر سر دھوئی تھیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج سر کے بال گھنے سیاہ، چمک دار ہونے کے ساتھ ساتھ خشکی سے پاک ہیں لیکن آج زمانہ بدل گیا اور لوگوں نے اپنے اور بچوں کے سروں میں تیل لگانا ہی چھوڑ دیا۔ نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ چھوٹی عمروں ہی میں سر کے بال سفید ہونا شروع ہو گئے ہیں۔

بالوں کے بہت سارے مسائل نے جنم لے لیا ہے۔ اگر بچوں کے سروں میں تیل لگا لگائے ہی نہیں دیتے۔ نو جوان لڑکے لڑکیاں بھی تیل لگانا گوارا نہیں کرتے۔ آج کل کی نو جوان سٹائل مارکیٹ میں آنے سے نئے نئے شہیہ مختلف برانڈز کی میکیجس سے بھر پور بن جانے لگا ہے۔ بچوں کو تیل لگانا پڑتا ہے۔ بڑے شہروں سے شروع ہونے والا یہ فیشن اب چھوٹے چھوٹے شہروں اور قصبوں تک کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے۔ تاہم گاؤں میں آج بھی ماہی بچپن کو بچپن ہی سے سر میں تیل لگانا کرکس کر چھپا باندھ دیتی ہیں۔ بزرگ خواہ مخواہ تیل لگانے سے بالوں کی مضبوط نشوونما ہوتی ہے اور بال تیزی سے بڑھنے کے ساتھ ساتھ گھنے بھی ہونے لگتے ہیں۔ یہ بات دل کو بھی بھلی لگتی ہے کیونکہ آج بھی بزرگوں کے بال دیکھیں تو گھنے ہی دیکھنے کو ملیں گے۔

آج کل اکثر نئے کوٹا ہے کہ بال بہت کمزور، روکھے اور سفید ہو گئے ہیں، بہت گرتے ہیں، بال لیے نہیں ہوتے۔ اگر سوسپل اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم اپنے بالوں کی صحت اور ان کی خوراک پر توجہ ہی نہیں دیتے۔ جب ان پر توجہ نہیں دی جاتی تو پھر بڑے ہونے پر بالوں کی بیماریوں کا لاحق ہونا یقینی ہے۔ کیا آپ نے بھی سوچا ہے کہ آپ کے بالوں کو کون کون سا مل رہی ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ آپ اپنے بالوں کی درست طریقے سے روزانہ صفائی کر رہی ہیں یا نہیں؟ بالوں کی صحت کیلئے مختلف قسمی شہیہ، میسر کنڈیشنر اور ٹونکے آزمائے جاتے ہیں لیکن تیل کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ اگر آپ کی خواہش ہے کہ آپ کے سر کے بال گھنے، سیاہ، چمک دار ہونے کے ساتھ ساتھ خشکی، مسکری سے بھی محفوظ رہیں تو پھر سر میں سرسوں کا تیل لگانا شروع کر دیں اس قدر زیادہ لگائیں کہ وہ بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے تاکہ بالوں کی نشوونما میں اپنا ٹھیک طرح سے کردار ادا کرے۔ یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ تیل صرف بالوں ہی کیلئے ضروری نہیں ہوتا بلکہ مختلف اقسام کے تیل درودوں سے نجات کیلئے بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔ مثلاً کلونٹی کا تیل

حدیث نبوی ﷺ ہے کہ کلونٹی میں موت کے سوا ہر بیماری کا علاج ہے۔ طبی نقطہ نظر سے روغن کلونٹی یا بیٹلس، فاج، دوم، جلدی امراض کے ساتھ ساتھ امراض قلب، ذہنی اور درد دور کرنے کے علاوہ بالوں کیلئے بے حد مفید ہے۔

زیون کا تیل
حدیث نبوی ﷺ ہے کہ زیون کا تیل کھاؤ اور اس سے جسم کی مالش کرو کیونکہ یہ پاک، صاف اور مبارک ہے۔ زیون کا تیل خشک جلد کو نرم، ملائم کرتا ہے اور چہرے کی رنگت کو بھی نکھارتا ہے۔ یہ بدن کو قوی کرتا ہے اس لیے کمزور بچوں کو زیون کے تیل سے مالش کرنی چاہئے۔ زیون کا تیل فاج، کھٹیا کے علاوہ غار، پنچھل، خشکی اور سوج کی صورت میں بھی مفید ہے۔

سرسوں کا تیل
سرسوں کا تیل بھی جسم کی مالش اور بالوں کو لگانے کے علاوہ کھانے پکانے کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ نہ صرف جسم میں کوہلیسز کو بڑھنے نہیں دیتا بلکہ اور دیگر تیل کے برعکس جسم میں چربی اور وزن کو بھی بڑھنے سے روکتا ہے۔ اسے اجاگر تیزی کیلئے بھی استعمال کرتے ہیں۔ کھانا پکانے سے پہلے سرسوں کے تیل کو اچھی طرح کھول لیا جائے تو اس میں پکے گئے سامن سے کچھ تیل بھی مہک دور ہو جاتی ہے۔ سرسوں کے تیل سے سر کے بالوں کی روزانہ مالش بالوں کو گھٹا اور پھلکار بنانے کے علاوہ مسکری جلد کو خشکی و مسکری سے صاف کرتی ہے۔ اس سے دماغ کو بھی تڑاوت اور سکون ملتا ہے۔

تاریل کا تیل
تاریل کا تیل بالوں میں لگانے سے نہ صرف بال گرنا بند ہو جاتا ہے بلکہ یہ بالوں کو نرم و ملائم، چمک دار اور لمبا کرتا ہے۔ اس کی قدرتی خوشبو تازگی کا احساس بھی پیدا کرتی ہے۔ واضح رہے کہ تاریل کا تیل بھی کھانا پکانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔

آملہ درخت کا تیل
یہ تیل سر پر لگانے سے بالوں کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں اور رفتہ رفتہ بال گرنا بند ہو جاتا ہے۔ یہ تیل، خشکی و مسکری کے خاتمے کے ساتھ ساتھ بالوں کی سفیدی کو بھی دور کرتا ہے اور بال لمبے، سیاہ، چمک دار نرم و ملائم ہو جاتے ہیں۔

چھچھلی کا تیل
چھچھلی کا تیل بدن کو قوت بخشتا ہے اس لیے کمزور انجانوں اور لاغر بچوں کو چند قطرے دودھ میں ملا کر دینا انتہائی مفید ہے۔ اپنی افادیت کے ساتھ ساتھ یہ خاصا گرم ہوتا ہے اس لیے ہمیشہ اس تیل کا استعمال ڈائٹ کے مشورے کے بعد ہی کرنا چاہئے۔ کھنٹیا، جوڑوں، بچوں اور بڑوں میں درد کی صورت میں اگر چھچھلی کے تیل سے مالش کی جائے تو دردی شدت میں کمی آ جاتی ہے۔ چھچھلی کے تیل کی افادیت کے پیش نظر دو دوا ساز کمپنیاں اس کے کیپسول بھی تیار کرتی ہیں تاہم ایک باہر پھرنا کید ہے

زیادہ اہم گنتی ہیں۔ موبائل سے ہم سے ہمارا وقت چھین لیا ہے۔ خاص طور پر سوشل میڈیا ہمارے لیے زیادہ ضروری ہو گیا ہے۔ نسبت اس کے کہ ہم اپنے بچوں کو وقت دیں، انہیں اسلامی اور دیگر سبق آموز کہانیاں سنائیں، ان سے باتیں کریں، انہیں سکھائیں کہ وہ کیسے اچھے انسان اور مسلمان بن سکتے ہیں۔ یہ حیثیت ماں اولاد کی زیادہ تربیت کی ذمہ داری خواتین پر عاید ہوتی ہے اسی لیے ہمیں اپنا محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم واقعی اپنی اولاد کو دائمی نقصان سے بچانے کے لیے اتنی جدوجہد کر رہے ہیں جتنی دنیاوی نقصان سے بچانے کے لیے کرتے ہیں؟

بچوں کے اگر امتحانات میں نمبر کم آئیں یا کسی مضمون میں کم زور ہو تو ہم کئی نئی نکتہ دودھ کرتے ہیں، کیا یہ نکتہ دودھ ہم سے اچھا مسلمان بنانے کے لیے کرتے ہیں؟ بچوں کا دماغ ساڑھے چھٹی کی طرح ہوتا ہے جو ہم ابتداء میں سکھائیں گے وہ سیکھ لیں گے۔



میں ہوں تو ہم انہیں موبائل اور ٹی وی کی نذر کر دیتے ہیں کہ ہمیں سنا نہیں اور ہم اپنے کام یہ آسانی کر لیں۔ خود ان کے ساتھ کھیلنا، باتیں کرنا، ان کے مسائل سننا ہمیں مشکل لگنے لگا ہے۔ کیوں کہ ہمیں اپنی مصروفیات و دل چسپیاں



اسلام کسی بھی شخص کو دکھ، تکلیف، دھوکا یا فریب دینے کی لفظی اجازت نہیں دیتا، بل کہ وہ تو ہر ایک کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آنے کا حکم دیتا ہے اور یہی حسن اخلاق تھا کہ آج دنیا مسلمانوں سے بھری ہوئی ہے۔ حسن عمل اور حسن اخلاق خراب رب کریم کا پہلا زینہ ہے۔ قرآن کریم و احادیث مبارک ان دونوں معاملات کو گہرائی سے شرح و بسط کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

چھوٹی ننکی بڑا اجر

حاجی محمد حنیف صاحب
اسلام دنیا کا واحد دین ہے جو حقوق العباد اور حقوق اللہ پر بالخصوص زور دیتا ہے اور انسان کی عزت نفس کا خیال کرتا اور دوسروں کو اس کی تعظیم کا حکم دیتا ہے۔ دین اسلام میں حسناات کو قرب الہی کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ صوم و صلوة، زکوٰۃ و حج کے علاوہ بھی بے شمار طریق حسناات بیان کیے گئے ہیں جس کی ادائیگی سے بندہ اپنے رب سے قریب اور محبوب خدا ﷻ کی نگاہ میں محبوب ہو جاتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر مومن کو کسی کے لیے سکر اور بنا بھی صدقہ ہے۔ راستے سے کاٹنا باندھنا بھی صدقہ ہے۔ بھوکے کو کھانا کھلا دینا اور اس سے محروم کو پکڑے پھندا دینا بھی صدقہ ہے۔ کسی یتیم، غریب، مسکین، فقیر کے سر پر دست

تربیت اطفال مگر کیسے!۔۔۔!

تکلیف فرمائیں
اولاد اللہ کی ان نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، جس کا شمار کیا ہی نہیں جا سکتا۔ جو اس نعمت سے محروم ہیں اس کی اہمیت ان سے پوچھی جائے تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ وہ خالق کائنات کا کتنا بڑا انعام ہے۔ اولاد سے محرومی صدمہ بارگ لے کر آتی ہے، جن کا دائرہ جذبہ باطنی اور نفسیاتی محرومیوں تک اور بھی کھار پانی زندگی ختم کر دیتے جیسے سامنے میں بدل جاتا ہے، اسی لیے اولاد جیسے انعام کی قدر کرنا اور اس پر اپنے رب کا شکر ادا کرنا ہم سب پر لازم ہے۔ جب یہ نعمت ہمیں ملتی ہے تو ہماری ساری زندگی اپنے بچوں کے گرد ہی گھومتی رہتی ہے۔ اولاد کے ساتھ ہمارے رویے مختلف ہوتے ہیں، اور یہ اس لیے ہے کہ ہم سب بھی ایک جیسے نہیں ہیں، ہم میں سے ہر ایک کو اللہ نے مختلف صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے، جسمانی، ذہنی اور مالی تقریر بھی ہمیں ایک دوسرے سے مختلف بناتی ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود والدین کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو بہت زیادہ لگاؤ دینا چاہتے ہیں، چاہے انہیں کچھ بھی اور کئی ہی محنت کرنا پڑے، اور یہ خواہش فطری ہے اس میں کوئی دو رائے اور کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اگر یہ خواہشات مثبت اور اپنے دائرے کے تعین کے ساتھ ہوں تو بچے والدین کی خواہشات کی تکمیل کے ساتھ اچھے مسلم اور اپنے ملک و قوم کی خدمت بھی احسن طریق سے کر سکتے ہیں۔

لیکن ان سب حقائق کے باوجود اکثر والدین میں اپنی اولاد کے معاملے میں دو طرح کی انتہاں دیکھی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ والدین اپنے بچوں کو بہت زیادہ لگاؤ دینا چاہتے ہیں، چاہے انہیں اتنا کہ بچے ہاتھوں سے نکل جاتے ہیں، اور یا پھر اتنی سختیاں کرتے ہیں کہ بچے اپنا اعتماد کھو دیتے اور والدین سے دور ہو جاتے ہیں۔ اولاد کی تربیت میں مہارت و رویہ بہت ضروری ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم اپنی اولاد کو دنیا جہاں کی آسائشیں دے دیں، اچھے کپڑے پہنا دیں، اعلیٰ اسکول میں پڑھا دیں یہ کافی ہے اور ہم نے اس طرح ان کا حق ادا کر دیا۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے اصل حق ان کا یہ ہے کہ ان کی اچھی تربیت کی جائے، اچھا انسان اور باہم مسلم بنایا جائے لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے۔۔۔؟

